© rasailojaraid.com

برصغیر میں ہندو مسلم باہم اثر پذیری کی تاریخی روایت اور اس کے اثرات

غلام علی خان*

باہمی اثر پذیری کا منظر:

مسلمانوں کے ہندوستان آنے سے پہلے یہاں کئی مذاہب مثلاً ویدک دھرم، بدھ مت اور جین مت مروج تھے اور ان مذاہب کے علمبرداروں کی تعلیمات میں سخت اختلافات پائے جاتے تھے مگر پھر بھی چونکہ وہ پیدائشی ہندوستانی تھے اس لیے ان میں ظاہری تصادم تک نوبت نہ پہنچی۔ ہر شخص کو آزادی تھی کہ وہ جن مذہبی عقائد کو چاہے اپنا لے۔

مسلمانوں کے ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے آنے اور آ کر یہیں بس جانے سے ایک نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا جس کے دو نازک پہلو تھے۔ ایک تو یہ کہ مسلمان بیرونی ممالک سے وارد ہوئے تھے اور ہندوستان پر حکومت کرنے کے مقصد سے آئے تھے۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ ایک ایسا مذہب بھی لائے تھے جو مفتوح قوم کے مذاہب سے بالکل متضاد تھا۔

ابتدائی زمانے میں یہ دونوں قومیں مذہبی اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کو نفرت، حقارت اور مشتبہ نظر سے دیکھتی تھیں، ہندوؤں کا تعصب اجنبیوں کے ساتھ اور اُس کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے کہ ''پہلا سبب زبان کا اختلاف ہے اور دوسرا دین کے متضاد ہونے کا''۔ دین کے بارے میں وہ لکھتا ہے:

''ہندو دین میں ہم سے کلی مغائیرت رکھتے ہیں نہ ہم کسی ایسی چیز کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے یہاں مانی جاتی ہیں اور نہ وہ ہمارے ہاں کی کسی چیز کو تسلیم کرتے ہیں۔ غیروں کو یہ لوگ ملیچھ یعنی ناپاک کہتے ہیں اور ان کو ناپاک سمجھنے کی وجہ سے ان سے ملنا جُلنا، شادی بیاہ کرنا، ان کے قریب جانا یا ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ساتھ کھانا جائز نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ملک ہے تو ان کا ملک انسان ہیں تو ان کی قوم کے لوگ، بادشاہ ہیں تو ان کے بادشاہ ہیں، دین ہے تو وہی جو ان کا مذہب ہے۔ اور علم ہے تو وہ جو اُن کے پاس ہے۔(۱)

مگر یہ صورتحال بہت دنوں تک قائم نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ ایک ہی مذہب کے پیرو اس ملک میں رہتے یہ ممکن نہ تھا اور ایک قوم دوسری قوم کو جڑ سے ختم کر دیتی یہ بھی ممکن نہ تھا۔ ساتھ ساتھ مسلم عوام اور خصوصاً سلاطین دہلی حقیقت شناس تھے وہ لوگ یہ بات بہت اچھی طرح سے جانتے تھے کہ بغیر رعایا کے حکومت کس پر کی جائے گی؟ لہذا انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ نرمی اور مذہبی رواداری کا رّدیہ اختیار کیا اور تبلیغ اسلام کو اپنا فرضِ اوّلین نہ سمجھا۔ ان لوگوں میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا وہ جوش وخروش اور جذبہ بھی نہیں تھا جو خلفائے راشدین کے زمانے کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت اور برادرانہ تعلقات بڑھنے لگے۔ چنانچہ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں۔ ''جب فتح یابی کا پہلا طوفان تھم گیا اور ہندو مسلمان ایک پڑوسی کی طرح رہنے سہنے لگے تو بہت دنوں تک ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے انھوں نے ایک دوسرے کے خیالات، عادات و اطوار رسم و رواج کے سمجھنے کی کوشش کی اور بہت جلد ہی ان دونوں قوموں میں اتحاد پیدا ہو گیا''۔(۲)

اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے کہ اس نے دین کے بارے میں کسی قسم کے جبر و اکراہ کو روا نہیں رکھا اور مسلمان خلفاء و سلاطین نے ابتداءِ خلافت راشدہ سے لے کر آخر تک غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی رواداری کا سلوک کیا۔ ہندوستان میں کم و بیش ایک ہزار برس تک مسلمانوں کو اقتدارِ شاہانہ بھی حاصل رہا لیکن انھوں نے ہر دور میں ہندوؤں کی مذہبی آزادی کو تسلیم کیا ان کو پوجا پاٹ اور دوسری رسوم کی بجا آوری سے کبھی نہیں روکا۔ ان کے مندروں کی حفاظت کی بلکہ ان کے قیام و انصرام کے لیے جاگیریں تک عطا کیں۔ انھوں نے کبھی اس امر کا تصور نہیں کیا کہ اپنی رعایا کو زبردستی حلقہ بگوش اسلام بنائیں۔ بعض غیر مسلم مورخین کا یہ دعویٰ کہ مسلمان فاتحین و سلاطین ہندوؤں کو بزورِ شمشیر مسلمان بناتے رہے ہیں اب کسی تردید کا محتاج نہیں اس لیے کہ خود اکثر غیر مسلم مورخین ہی شد و مد سے اس کی تردید کر چکے ہیں۔(۳)

دراصل اسلام کی سادہ تعلیمات نے لوگوں کے نقطہ نظر کو تبدیل کر ڈالا زندگی کا چلن ہی بدل گیا۔ غلامی کا خاتمہ ہوا اور دیوی دیوتاؤں کے باطلانہ نظامِ عبادت کی بجائے توحید کا صاف ستھرا تصور اُبھر کر سامنے آیا، اور اسلام نے یہ تصور بھی واضح کیا کہ خدائے واحد کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بت پرستی قطعی ناجائز ہے۔ اسلام میں کوئی ایسی رسمیں نہیں جس کی تکمیل کے لیے کسی پروہت یا پجاری کی ضرورت ہو۔ خدا اور بندے کے درمیان کوئی وسیلہ نہیں۔ ذات پات کے امتیازات باطل ہیں اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ ڈاکٹر تارا چند اسلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی تبلیغ کی وہ انتہائی سادہ تھا اس کے معتقدات و فرائض کم سے کم تھے'' کیونکہ قرآن پاک میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

''خدا انسانوں کا بوجھ ہلکا اور سہل کرنا چاہتا ہے۔''

توحید باری اس دین کا مرکزی عقیدہ تھا اور صلوۃ یومیہ اس کا اہم ترین فرض تھا۔ روزہ، زکوۃ، حج اور رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل اس دین کے خاص ارکان تھے۔ معاشرت میں اس کی موثر ترین خصوصیت مسلمانوں کی اخوت و مساوات کی تعلیم تھی یہی وجہ ہے کہ اسلام میں پروہتوں کا کوئی طبقہ نہیں عقیدہ توحید کی بدولت دیوتاؤں کی پوجا اور بتوں کی پرستش قطعی حرام قرار دے دی گئی۔ مسلمانوں کے مذہبی شعور کی ممتاز خصوصیات یہ ہیں، خالقِ لایزال کو حاضر و ناظر اور اس کی قدرت کاملہ کو ہر شے پر محیط جاننا، اس کے اوامر سے انحراف کے عبرتناک نتائج سے خوف کرنا، اس کی رحمت و کرم پر مکمل بھروسہ اور اس کی بارگاہ میں تسلیم و رضا۔(۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں نے اپنے ایمان و یقین کی کشش اور اخلاق و کردار کی قوت سے عام ہندوستانیوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی تھی وہ نہ صرف مسلمانوں سے میل جول اور تعلق و محبت رکھتے تھے بلکہ بہت سے مسلمانوں کو مافوق الفطرۃ مخلوق قرار دے کر اپنے ذوق روایت کے مطابق افسانوی حیثیت دے دی تھی ان کے مرنے کے بعد ان کے بت اور مجسمے بنائے' یادگاریں قائم کیں۔ اس عقیدت و محبت نے آگے چل کر غیر مسلموں میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ اس سے خیر و برکت ہوتی ہے اور عمریں بڑھ جاتی ہیں جیسا کہ مہاراجگان بلہرا (گجرات) کے بارے میں عام خیال تھا کہ عربوں سے محبت کی وجہ سے ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں اور ان کے ملک میں خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔'' (۵)

مسلمانوں سے عقیدت و محبت کی وجہ ان کی حاکمانہ بالادستی اور سیاسی برتری نہیں تھی بلکہ ایمانی و دینی زندگی کی وہ خوبیاں تھیں جنھوں نے ان میں بے پناہ کشش پیدا کر دی تھی۔ جس بستی میں ان کا گزر ہوتا لوگ ان کے دیدار و زیارت کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے۔ خداترسی' خلوص و ایثار' اخلاق و کردار' امانت و دیانت' نصیحت و خیر خواہی' خدمت و محبت' سادگی و بے تکلفی اور روکھی پھیکی زندگی جیسے صفات عالیہ نے مسلمانوں میں شان محبوبیت پیدا کر دی تھی۔ مقامی باشندے ان ہی صفات کی وجہ سے ان سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بہت ہی قابل عبرت ہے کہ یزید بن عبدالمالک کے زمانہ (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) میں بامیان کے راجہ رتبیل نے ایک موقع پر اموی امراء سے سوال کیا تھا۔ ''وہ لوگ کہاں گئے جو ہمارے یہاں اس حال میں آیا کرتے تھے کہ ان کے شکم سمٹے ہوئے تھے نماز اور سجدوں کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہروں پر سیاہ نشان تھے' ان کے جوتے گھاس اور چھال کے تھے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ دنیا سے چلے گئے اس پر اس نے کہا کہ تمہارے چہرے بشرے ان سے اچھے ہیں مگر وہ لوگ تم سے زیادہ وفادار اور تم سے زیادہ بہادر تھے۔ (۶)

پورے اموی دور خلافت میں یہاں کے مسلمانوں اور مقامی باشندوں میں کسی قسم کی منافرت اور لڑائی جھگڑے کا پتہ نہیں چلتا بلکہ ہر جگہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات نہایت خوشگوار اور پائیدار رہے اس میں جہاں مسلمانوں کے کردار اور اخلاق اور حسنِ معاشرت کو دخل ہے وہیں مقامی باشندوں کے اخلاق و عقیدت کو بھی دخل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں قوموں کے حسن اخلاق اور وسعت ظرفی کی وجہ سے یہاں انسانیت ہر طرح مامون و محفوظ تھی نہ کسی موقع پر مسجد و مندر کا سوال کھڑا ہوا نہ شیخ و برہمن میں آویزش ہوئی نہ جانبین میں نفرت و حقارت کے جذبات ابھرے بلکہ آزادی کے ساتھ ناقوس و اذان کی صدائیں مندر و مسجد سے بلند ہوتی رہیں اور لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق ان پر لبیک کہتے رہے اور کوئی کسی کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ (۷)

لہذا ہندو مسلم آپس میں دوستانہ طریق پر چلنے لگے تو انھوں نے ہندو عورتوں سے شادیاں بھی کیں۔ ہندوؤں نے مسلم سلاطین و امراد کی نوکریاں کیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے طور طریقے سیکھے ان کی رسوم اختیار کیں یہاں تک کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے مذہبی عقیدے تک اپنا لیے۔ بقول ڈاکٹر تارا چند۔

''ہندو مسلمانوں کی زیارت گاہوں پر شیرینی چڑھاتے' قرآن پاک سے فال نکالتے بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے نسخے رکھا کرتے اور مسلمانوں کی دعوتیں کرتے تھے اور ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عمل بھی ایسا ہی تھا۔(۸)

غرض جب اسلام کی خوبی اور پاکیزگی نے ہندو عوام کو نہایت شدت سے متاثر کرنا شروع کر دیا تو اس مذہب کے حقائق کے سامنے ویدک دھرم' بدھ دھرم اور جین دھرم بالکل تار عنکبوت ثابت ہوئے۔(۹)

اسلامی تہذیب زبردست فکری و عملی دولت سے مالا مال تھی اس میں ذات پات رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہ ہونے کے سبب اور اپنی اثر انگیز تعلیمات کے نتیجہ میں اسے مقامی تہذیب (ہندومت' بدھ مت' جین مت) پر غلبہ حاصل ہو جانا ایک فطری عمل تھا لہٰذا ایسا ہی ہوا اور پھر یہاں کے مقامی لوگوں بالخصوص برہمن طبقہ کی حیثیت متاثر ہونے لگی جس کے بچاؤ کے لیے اعلیٰ جاتی کے ہندوؤں نے تصادم کی مختلف راہیں بنائیں۔ برہمن ہندوؤں نے اسلام کی نشر و اشاعت میں ٹھوس قسم کی مزاحمت پیدا کی لیکن ان کی ذات پات کی بندش ان کے لیے پائے فگار ثابت ہوئی نیچ ذات کے ہندوؤں کا اسلام قبول کرنا ہندو سماج میں ان کی ذلیل حیثیت سے نجات پانے کے مترادف تھا۔

بقول ڈاکٹر تارا چند ''مسلمانوں کی فتح نے ہندوستانی تمدن کے ارتقاء پر زبردست اثر ڈالا۔ بہ ظاہر تو اس نے ہر چیز کو تہہ و بالا کر دیا۔ ہندو مذہب کو خوفناک صدمہ پہنچا۔ پجاریوں اور پنڈتوں کی سرپرستی کا دور دورہ نہ رہا۔ ہندو یادگاریں تباہ ہو گئیں۔ ادب کو شاہی حوصلہ افزائی نہ ملی اور وہ بھی کمزور ہو گیا الغرض بظاہر تو سیاسی فتح کے ساتھ تمدنی موت نظر آتی ہے مگر بنیادی طور پر اس فتح کا مختلف اثر ہوا۔ مسلم بادشاہوں نے اہم رجواڑوں سے ہندو راجگان کو نکال دیا۔ دہلی' قنوج' گوالیار' انہلواڑہ' دیوگیر اور گور مسلمانوں کے قبضہ تصرف میں آ گئے''۔(۱۰)

ہندو عورتوں کے ساتھ شادی بیاہ محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد ہی شروع ہو گئی تھی اس لیے کہ موخر الذکر کی فوج کے ساتھ مسلمان عورتیں نہیں آئی تھیں ہندوستانیوں' عربوں' ترکوں' ایرانیوں اور افغانوں کا ہندوستانی عورتوں سے شادی کرنا دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے رواج سے مطابقت رکھتا تھا۔(۱۱)

مسلم حکمرانوں کی بت شکنی۔ اسباب واثرات:

ہندوستان میں مسلمانوں نے عرب کے ایامِ جاہلیت کی اصنام پرستی اور ہندوستان کی مورتی پوجا میں یکسانیت کے باعث بت شکنی کو جائز سمجھا اور اس مشابہ متوازیت سے مسلمانوں کو دورانِ جنگ ہندوؤں کے مندر منہدم کرنے کا اخلاقی اور مذہبی جواز مل گیا۔

بعض مسلمان سلاطین اور ان کے فوجی جرنیلوں کے خیال میں بت شکنی' جہاد کی ہر صعوبت نیکی کے مقابلے میں ایک ضمنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متبرک شغل تھا اس سے حملہ آوروں کے ذاتی جذبہ کی آسودگی کا ایک طور سے ثبوت بھی مل جاتا تھا کہ وہ شہرت، نام وری، مالِ غنیمت کے حصول یا وسیع سلطنت قائم کرنے کی خواہش کی بناء پر جنگ نہیں لڑ رہے تھے بلکہ اس کے مذہبی اسباب تھے۔ بقول پروفیسر عزیز احمد ''بہر حال یہ ادعائی مذہبی غارت گری محض ایک جنگی عمل تھا اور جنگ کے زمانے کی ضروری نمود و نمائش تھی۔ محمود کے متعلق اس دور کے کسی مورخ نے بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ زمانہ امن میں اس نے کوئی مندر ڈھایا ہو۔ (۱۲)

مسلم ہند میں بت شکنی کا یہ انداز سترہویں صدی عیسوی کے آخر تک جاری رہا۔ درویش منش التمش نے جو ویسے تو ہندوؤں کے ساتھ بڑی رواداری برتتا تھا جب بھیلسا اور اجین کے شہر فتح کیے تو وہاں کے مندروں کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ جلال الدین خلجی کی جھابن کے خلاف مہم میں اکثر بت شکنی ہوتی رہتی تھی اور علاؤ الدین کی دکن اور گجرات کی وسیع فتوحات کے دوران بھی یہ سلسلہ جاری رہا لیکن زمانہ امن میں اس کی مثالیں عنقا ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں عام مندروں کی تعمیر ہوئی پھر جہانگیر نے بھی ان کی تعمیر کی اجازت بدستور برقرار رکھی چنانچہ ویر سنگھ بندیلا نے متھرا اور بندیلا میں نئے مندر بنوائے لیکن جب جہانگیر کسی ہندو ریاست سے برسرِ پیکار ہوتا تو مندر تباہ کر دیا کرتا تھا۔

شاہجہان اپنے ابتدائی دورِ حکومت میں مندروں کی تعمیر کے بارے میں محتاط رہا لیکن بعد میں دارا شکوہ کے اثر کے تحت اس معاملہ میں اس حد تک ڈھیل چھوڑ دی کہ موخر الذکر نے متھرا میں کشیو راؤ کے مندر کے لیے ایک سنگی کٹہرا بھی مرمت کیا تھا۔

اورنگ زیب نے مندروں کی تعمیر نو اور ان کی مرمت کی اجازت نہ دینے کی پالیسی پھر سے اختیار کی بلکہ اس کے دور میں کچھ مندر منہدم بھی کیے گئے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ مہیشور ناتھ، بنارس، ملتان اور دوسرے مقامات پر اُس نے مندروں کے پروہتوں کو اوقاف کے فرمان بھی جاری کیے تھے جو حال ہی میں منظر عام پر آئے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی بت شکنی کی تاریخ اس حد تک یکطرفہ ہے خواہ وہ قرون وسطی کے متصب مسلم مورخوں کے بڑھا چڑھا کے بیان کردہ واقعات ہوں یا پھر زمانہ مابعد میں مغربی مورخوں نے برطانوی رواداری اور بے تعصبی کو مقابلتاً نمایاں کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو نشانہ ملامت بنایا ہو اس پس منظر میں راجندر پرشاد کی رائے تازہ ہوا کی طرح ہے۔ ''اگر کوئی صاحب علم یہ کام کرے کہ ان تمام فرمانوں کو اکٹھا کر کے ان کی ایک فہرست مرتب کر دے جو مسلمان بادشاہوں نے مندروں اور متبرک مقامات کے لیے اوقاف اور وظائف کے سلسلہ میں بخشے تھے اور اس کے ساتھ ان مندروں کی فہرست بھی شامل کر کے جو انھوں نے منہدم یا خراب کیے تو یہ ایک بہت مفید اور کارآمد خدمت ہوگی۔ (۱۳)

ہندوؤں نے جب کبھی بغاوت کی یا کوئی ہندو حکومت برسرِ اقتدار آئی اُس نے بھی مسلمانوں کے علی الرغم مسجدوں کی بے حرمتی کی اور ان کو منہدم کر ڈالا۔ ماہی پال کے لاہور کی تاخت و تاراج کے متعلق صوفی تذکرہ نگاروں نے مروجہ دستاویزوں میں مسلمانوں کے قتل عام، مسجدوں کے انہدام اور ان کی جگہ مندروں کی تعمیر کے واقعات بیان کیے ہیں۔ پندرہویں صدی میں مالوہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہندو زمینداروں اور دہلی کے قریب کے علاقوں میں مسجدوں کو منہدم کر کے ان پر مندر تعمیر کرنے کے واقعات بھی ضبط تحریر میں آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رانا کمبھا نے بہت سی یاونیوں (مسلمان خواتین) کو گرفتار کر لیا تھا اور ایک مسجد بھی منہدم کی تھی۔ بابر نے چندیری، سارنگ پور اور فتحپور میں ایسی مسجدیں دیکھیں جو اصطبلوں میں تبدیل کر دی گئی تھیں اور جن پر رائے حسین کے حکم سے گوبر کی لپائی کی گئی تھی یہ راجہ رانا سانگا کا خلیفہ تھا۔ (۱۴)

مسجدوں کے انہدام کی شکایت شیخ احمد سرہندی نے بھی کی تھی اور اٹھارویں صدی میں سکھوں اور جاٹوں نے اُسے اپنا معمول بنالیا تھا۔

جادو ناتھ سرکار کے قول کے مطابق بدن سنگھ کی سرکردگی میں جاٹ آگرے کے صوبہ میں دندناتے پھرتے تھے اور مکانوں، باغوں اور مسجدوں کو صرف اس غرض سے تہس نہس کیا کرتے تھے کہ شاید کہیں کوئی تانبے کا دستہ، سنگ مرمر کا کوئی ٹکڑا یا لوہے کا کوئی پترا ہاتھ لگ جائے۔ (۱۵)

ہندو تعصب

برہمنی ہندو دھرم نے ہمیشہ اور کھلم کھلا مسلمانوں کو یاون، یعنی غیر ملکی، بدیشی اور ملیچھ یعنی اچھوت سمجھا کیونکہ اس کی خود کی بنیادیں ذات پات کے ڈھانچے پر قائم تھیں چنانچہ ہندو اور مسلمان ایک ہی قصبہ میں الگ الگ محلوں میں رہا کرتے تھے۔ مُجمدار کہتا ہے کہ ''مسلم قوم کی اکثریت کو الگ تھلگ رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ہندوؤں کے عادات واطوار اور سماجی قوانین کی رُو سے مسلمان ناصاف، اپوتر اور ملیچھ تھے۔ ہندو کسی دوسری قوم کے ساتھ باہمی شادی بیاہ یا اکل وشرب کے روادار نہیں تھے اس معاملے میں وہ کسی قسم کی مصلحت پر آمادہ نہیں تھے اور مسلمانوں کے چُھو جانے سے یا ان کی غذا کی خوشبو تک ان کو ناپاک کر دیتی تھی۔ (۱۶)

۱۲۲۶ء میں اودھ کے ایک سردار ''برتو'' نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان قتل کر دیئے۔ ایک مسلم فوج کی ابتدائی فتح کے فوراً ہی بعد اُسے شکست دینے پر ایک ہندو سردار برملا یہ سمجھنے لگا کہ وہ ''ملیچھوں'' کو قتل کر کے ہندوستان کو دوبارہ آریہ ورت (آریوں کا وطن) میں تبدیل کر رہا ہے۔ (۱۷)

چودہویں اور پندرہویں صدی میں ہندوؤں کی مزاحمت نے دوسری نئی شکلیں اختیار کر لیں۔ ہندو جرنیل جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے نے مُرتد ہو کر اپنا قدیم مذہب اختیار کر لیا۔ اس قسم کی پرانی مثالیں خسرو خاں کی ہیں اور ''ہری ہر'' اور ''بکا'' کی ہیں جنہوں نے سلطنتِ وجیانگر کی بنیاد ڈالی۔ وجیانگر کے قیام کی مروجہ روئدادیں ہندو مت کی نشاۃ ثانیہ کی مظہر ہیں ''بکا'' ایسے حکمران کے دور میں مسلمان عورتوں کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ (۱۸)

اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کی مختلف صورتوں میں سب سے عجیب وغریب صورت ۱۳۲۰ء میں خسرو خان کا ارتداد اور تخت سلطنت پر غاصبانہ قبضہ تھا۔ وہ گجرات کا نیچ ذات پرواری تھا جسے مہار بھی کہا جاتا تھا بلکہ جس کو ڈھڈ کے ذلیل نام سے بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پکارتے تھے اور جسے ہندو عام طور پر مانگ ذات کو چھوڑ کر سب سے نیچ اچھوت قوم گردانتے تھے۔ پرواریوں کو قصبوں میں مکانات بنانے کی اجازت نہیں تھی بلکہ ان لوگوں سے گاؤں کے چوکیداروں، حمالوں اور دربانوں کا کام لیا جاتا تھا۔

شاہی محل کے ایک انقلاب میں خسرو خان نے اپنے بادشاہ اور امرد پرست عاشق قطب الدین مبارک خلجی کو مار ڈالا اور شاہی خاندان کی تمام اولادِ نرینہ کو موت کے گھاٹ اتار کر تخت پر قابض ہو گیا۔ پرواریوں نے قتل اور زنا بالجبر کی بدمستیوں میں شاہی خلجی خاندان کی ہر عورت پر مجرمانہ حملہ کیا اور اُس کی بے عزتی کی۔ یہ رقص شیاطین کئی ماہ تک جاری رہا۔ شریف مسلمان عورتیں کنیزیں بنا دی گئیں اور خسرو خان نے اپنے مقتول آقا کی بیوہ کو اپنے لیے منتخب کیا۔(۱۹)

مسجدوں کے منبروں پر بت نصب کیے گئے۔ پرواری قرآن پاک کے نسخے بچھا کر ان پر بیٹھتے تھے۔(۲۰)

برہمنوں نے اچھوت پرواریوں کو رسوم آشیر باد دے کر مقدس قرار دے دیا۔

ہندوستان پر اسلامی اثرات:

دوسری طرف اسلام کے نفوذ کو دیکھ ہندو سادھوؤں، عالموں اور رشیوں نے ہندوؤں کے تحفظ کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ انہوں نے سوچا کہ جس حالت میں اسلام روز بروز ہندو آبادی کے بڑے حصّے میں مقبول ہوتا جا رہا ہے اور ہندو اپنے مذہب سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ ایک دِن تمام ہندو مسلمان ہو جائیں گے۔ بعض روشن خیال خود بھی کسی حد تک اسلام سے متاثر تھے انہیں اپنے حالیہ مذہب کی صورت اور معاشرے کی موجودہ تنظیم سے بے حد بیزاری تھی چنانچہ وہ اصلاح مذہب کے لیے اٹھے اور اسلام کو سامنے رکھ کر ہندو دھرم میں ترمیمات کرنے لگے۔(۲۱)

بارتھ اپنی کتاب ''Religion of India'' میں لکھتا ہے:

''مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہو کے نویں صدی سے بارہویں صدی تک مالیبار کے علاقے میں وہ عظیم مذہبی تحریکیں نمودار ہوئیں جو شنکرا چاریہ، رامانج، انند تیرتھ اور بساؤ کے ناموں سے منسوب ہین جن میں سے تاریخی فرقے نکلے۔ جن کی نظیر بہت عرصہ بعد تک ہندوستان مطلق پیدا نہ کر سکا۔''(۲۲)

عبدالمجید سالک لکھتے ہیں: ''ان تحریکوں کے عناصر واضح طور پر دین اسلام کے اثرات کا پتہ دیتے ہیں اسلام نے توحید کے عقیدے کو اس قدر وضاحت کے ساتھ پیش کیا کہ ہندو رشیوں اور فلسفیوں کے لیے اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہ رہا۔''(۲۳)

چنانچہ انہوں نے کروڑوں دیوتاؤں کے مذہب میں ترمیم ضروری سمجھی اس طرح ان میں بھگتی تحریک اٹھی اور اُسے مزید تقویت ہندو مصلحت کے ذریعے پہنچی۔

شنکرا چاریہ:

آٹھویں صدی کے اواخر میں ملیبار کے ساحل میں ایک گاؤں ''کلڑی'' کے مقام پر برہمن خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیوی ہی کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ بے چارے کسی دوسرے کی کیا مدد کریں گے۔ رام اور کرشن کی پیدائش سے پہلے پروردگارِ عالم کو رام اور کرشن نہیں کہا جاتا تھا پھر یہ کیا بات ہے کہ ان کے وجود میں آنے کے بعد اس ہستی اقدس کو ان ناموں سے پکارا اور ان کی یاد کو یادِ الٰہی سے تعبیر کیا جائے''۔(۲۸)

حضرت مجدد الف ثانی نے مسلمانوں میں ملّی شعور بیدار کیا اپنے مکتوبات میں شیخ فرید کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں کو چاہیے کہ ہندوؤں کا احترام نہ کریں ان کو اپنی مجالس میں نہ بیٹھنے دیں ان سے صرف بقدر ضرورت میل جول رکھیں اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ اس دنیاوی غرض سے بھی درگزر کریں اور ان کی طرف نہ جائیں''۔(۲۹)

آپ نے قیام اکبرآباد کے دوران ابوالفضل اور فیضی جو کہ دربار کے وزیروں مشیروں میں سے تھے ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی جب وہ قائل نہ ہو سکے تو آپ نے اپنے ہم فکر امراء کے ذریعے شاہی دربار کو متاثر کیا اور اس پالیسی کے خلاف عام مسلمانوں کو بیدار کیا۔ آپ ہی کی کوششوں سے خسرو کی بجائے جہانگیر تخت نشین ہوا جس نے دین الٰہی کی بساط لپیٹ دی۔ جہانگیر نے آتے ہی تمام خلاف شرع احکام منسوخ کر دیئے اور شراب پر بھی پابندی لگا دی۔ اس کے باوجود ہندو تحریکیں راجپوت امراء کے زیر سایہ مسلمانوں کو ہندو بنانے میں مصروف رہیں۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ شاہجہان کو بھی مسلمانوں کو ہندوؤں کی دسترس سے بچانے کے لیے اقدامات کرنے پڑے۔ چنانچہ عبدالحمید لاہوری نے بادشاہ نامہ میں شاہجہان کا ایک فرمان نقل کیا ہے جس میں اُس نے حکم دیا کہ:

''جس ہندو کے گھر میں مسلمان عورت ہو اگر وہ مسلمان ہو جائے تو عورت سے اس کا نکاح دوبارہ پڑھا جائے ورنہ مسلمان عورت کو اُس سے جدا کر دیا جائے۔''(۳۰)

چنانچہ ''جوکو'' نامی زمیندار جس سے یہ فعل سرزد ہوا تھا اپنے تمام قبیلے کے ساتھ مسلمان ہوا اور راجہ دولتمند کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

شیخ محمد اکرام نے رُودِ کوثر میں شاہجہان کے عہد کا ایک اور واقعہ لکھا ہے:

''جب بادشاہ کی سواری پنجاب کے قصبہ گجرات میں پہنچی تو وہاں کے سادات و مشائخ نے عرض کیا کہ وہاں کے بعض ہندوؤں نے مسلمان عورتیں گھروں میں ڈال رکھی ہیں ان میں سے بعض نے تو مسجدوں پر قبضہ کر رکھا ہے اس پر شیخ گجراتی کو جو علوم رسمی سے واقف تھا اور نومسلموں کا داروغہ مقرر ہوا تھا حکم ملا کہ ثبوت کے بعد مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالے۔ اور مسجدوں اور غیر مسلموں کی عمارتیں علیحدہ علیحدہ کرے۔ چنانچہ شیخ نے ستر مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکالا اور جہاں جہاں مسجدوں پر ہندوؤں نے بے جا تصرف کر لیا تھا تحقیق کے بعد انہیں واگزار اور غیر مسلموں سے جرمانہ لینے کے بعد مسجدوں کو بحال کیا۔''(۳۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا نام شنکر رکھا گیا یہی شنکر بعد میں شنکر اچاریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے بدھ مت کی شدید مخالفت کی اور ہندوؤں کو دعوت دی کہ وہ اپنے تمام تر فرقوں کو ختم کر کے ایک ویدک دھرم میں آ جائیں' خدا ایک ہے وہی حقیقت ہے باقی سب دھوکہ ہے۔ دنیا مایا ہے اس کی حقیقت مایا ہے شنکر راہِ نجات کا زبردست حامی تھا۔ چنانچہ اس کے نظریہ توحید و جودی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ (۲۴)

یہ پہلا شخص تھا جس نے شودر اور چنڈالوں کے حق عبادت کو تسلیم کیا اور بعض مندر ان کے لیے کھول دیئے۔ اب گویا بھگتی کے مذہب نے یہ شکل اختیار کر لی تھی۔ ''شِو اور اس کے فضل پر ایمان'' اپنے گرو سے قطعی عقیدت والہانہ عبادت و ریاضت' تمام مذاہب سے رواداری بت پرستی اور دیگر رسموں کی مخالفت' سب کے ساتھ مساوات بلا امتیازِ ذات وغیرہ یعنی شنکر سے یہاں پہنچتے پہنچتے ہندو دھرم کے ''بھگتی مسلک'' کی شکل وصورت واضح طور پر اسلام سے مشابہ ہوگئی۔ (۲۵)

رامانُج:

یہ شنکر اچاریہ کے شاگردوں میں سے تھا۔ رامانج حقیقت میں ''بھگتی'' کی تحریک کا بانی ہے اُس نے شنکر اچاریہ کے مایا کے نظریے کی مخالفت کی اور اس کی نامکمل توحید کو مکمل کیا شنکر اچاریہ صفات الٰہی کا قائل نہ تھا۔ رامانج نے اعلان کیا کہ برہما اور ایشور ایک ہی ہیں' وہی روحِ اعظم ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں۔ روح و مادہ اسی روحِ اعظم کے محتاج ہیں اور روح خدا کو صرف بھگتی کے ذریعے حاصل کر سکتی ہے پہلی منزل ادائے فرض ہے۔ دوسری منزل ریاضت ہے اور تیسری بھگتی' یعنی اُس نے شریعت وطریقت دونوں کی پابندی کو اصل عبادت اور باعث نجات قرار دیا۔

بھگتی تحریک:

ایسے موقع پر جب کہ بے شمار ہندوؤں نے دامنِ اسلام میں پناہ لی ہندوؤں میں ایسے مصلحین پیدا ہوئے جو بھگت کہلاتے ہیں۔ بظاہر ان کا مشن یہ تھا کہ وہ ہندو معاشرے کی ان خرابیوں کو دُور کریں جو نا قابل دفاع تھیں لیکن ان کا اصل مقصد ان موٹی موٹی خرابیوں کو دور کر کے ہندو معاشرے کو شکست وریخت سے بچانا تھا جیسا کہ ''شنکر اچاریہ'' کی پیدائش کے بارے میں جو حکایت ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک بیوہ کے بچے کی شکل میں شِو کا اوتار بن کر آیا تھا کیونکہ اس علاقہ کا راجہ مسلمان ہو گیا تھا اور ملک کو قبول اسلام کے خطرے سے بچانا مقصود تھا۔ (۲۶)

مغلوں کی حکومت مستحکم ہوئی تو ہندو راجہ پورے ملک میں ہندوؤں کے اقتدار کو واپس لانے سے قطعی مایوس ہو گئے لیکن مغل حکمرانوں کے فراخدلانہ مزاج سے انہوں نے فائدہ اٹھا کر ایوانِ اقتدار میں اثر ونفوذ شروع کر دیا۔ اکبر بادشاہ کی ہندو مہارانیوں سے شادیوں اور ہندوؤں کو شاہی دربار میں پذیرائی کے نتیجہ میں بھی ہندو آہستہ آہستہ بااثر ہوتے چلے گئے۔

بادشاہ اکبر کے بعد مغل بادشاہوں کے ننھال ہندو راجپوت تھے اس لیے ان کے طرزِ فکر پر ہندو مت کی چھاپ کسی نہ کسی حد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک موجود تھی۔ اکبر نے ہندوؤں کے مذہبی تہواروں کی بھی سرپرستی کی۔ دیوالی' دوسہرہ اس کی واضح مثالیں تھیں۔ اُس نے ہندوؤں کی مذہبی اور تعلیمی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لیے جائیدادیں وقف کر دیں۔ چنانچہ ایشوری پرشاد لکھتا ہے:

His marriage policy left no bitterness in the minds of Hindus and proved a heeler of ancienty discords and deep rooted antigonisms. The ladies admitted into the imperial harem were accorded the highest honours and emperor lavished his care and affection upon them with out the slightest consideration of caste and cread. (۲۷)

''اس کی شادی کی پالیسی نے ہندوؤں کے دلوں میں کوئی تلخی باقی نہ رہنے دی اور یہ پالیسی پرانے تنازعات اور گہری دشمنی کا علاج ثابت ہوئی وہ خواتین جو شاہی حرم میں داخل ہوئیں بلند ترین اعزازات سے نوازی گئیں اور شہنشاہ نے ذات وعقیدے کا ذرا سا بھی لحاظ کیے بغیر ان پر اپنی محبتیں نچھاور کیں۔''

اکبر نے ہندوؤں کو صوبوں کی گورنری اور اعلیٰ مہمات کا انچارج بنایا' بہاری مل راجہ بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ وہ لوگ تھے جن پر اکبر سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ ان کے علاوہ جے سنگھ' بیربل اور ٹوڈرمل کے نام بھی قابل ذکر ہیں۔ اکبر نے نہ صرف ان کو سیاسی مراعات دیں بلکہ مذہبی طور پر بھی ان کے اتنا قریب ہو گیا کہ ایک نیا دین ''دین الٰہی'' کے نام پر گھڑ کر سامنے رکھ دیا۔ جس کے نتیجہ میں گائے کے ذبح کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ بہت سی ہندووانہ رسومات کی سرکاری سرپرستی ہونے لگی' اسلامی طور طریقوں اور شعائر کو بدل دیا گیا۔ ہندو صوفیاء نے ہر طرح سے رام اور رحمان کے فرق کو ختم کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ چنانچہ جونہی ہندوؤں کو مغل دربار سے سرپرستی اور مراعات ملیں۔ انہوں نے اپنا دیرینہ خواب ''ہندو راج'' کو پورا کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ان کی سرکردگی میں بنارس اور متھرا سے وہ تحریکیں اٹھنے لگین جن کا مقصد ہندومت کا احیاء تھا۔

ان سب باتوں نے مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کس طرح مسلم ملت اپنے وجود کو قائم رکھ سکتی ہے؟ جبکہ اُس کے عقائد اور بنیادی اصولوں کو تخریب کا نشانہ بنایا جا رہا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجدد ملت شیخ احمد سرہندی کو اس خطرناک چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھایا انہوں نے وحدتِ ادیان اور وحدت الوجود کے نظریے جو اُس وقت رائج تھے کہ رام اور رحمٰن ایک ہی ہستی کے مظہر ہیں اور تمام مذاہب بنیادی طور پر ایک ہیں ان کا پُرزور طریقہ سے رد کیا۔ اس وقت کے صوفیاء محبت اور صلح کل کے نام پر اسلام اور کفر کی آمیزش کر رہے تھے چنانچہ جناب مجدد نے اس تصور باطل پر کاری ضربیں لگائیں اور توحید کا صاف ستھرا اور نکھرا ہوا تصور پیش کیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی ھردے کے نام خط لکھا' اُس میں فرماتے ہیں:

''رام اور کرشن اور اسی قسم کی دوسری شخصیتیں جن کی ہندو پرستش کرتے ہیں اس ہستی مطلق کی ادنیٰ مخلوقات میں سے ہیں۔ انہیں ماں باپ نے جنم دیا ہے۔ رام جسرتھ کے بیٹے لچھمن کے بھائی اور سیتا کے شوہر تھے۔ جب رام اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بد قسمتی سے اس بادشاہ جس نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی دسترس سے بچانے کی کوشش کی اس کا اپنا بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا داراشکوہ مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کی اس جماعت کا سردار بن گیا جو تصوف و ویدانت میں دونوں قوموں کے لیے ایک مشترک روحانی مطمع نظر تلاش کر رہی تھی۔ دارا نے جن مسلمان مشائخ کا طریقہ اختیار کیا تھا ان میں مُلا شاہ سرمد (دبستان مذاہب کے مصنف) شامل تھے۔ ان کے وحدت الوجودی مشرب اور ہندو ویدانت میں کوئی بُعد نہ تھا اور نہ ہی فلسفہ وحدت ادیان کے تصور تک پہنچنے میں کوئی نا قابل عبور مشکل تھی۔ چنانچہ دارا نے دوسرے مذاہب بالخصوص ہندو ویدانت میں چھان بین شروع کی جس کا پہلا نتیجہ مجمع البحرین کی صورت میں نکلا' یہ کتاب مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کے عقائد کا مجموعہ ہے اس لیے اُس کا نام مجمع البحرین ہے۔ (۳۲)

داراشکوہ نے ہندوؤں کی سرپرستی کی اور اُسی کی مدد سے ہندوؤں کی جارحانہ تحریکیں متھرا اور بنارس سے اٹھنے لگیں جنھوں نے مسلمانوں کو اپنے اندر لپیٹنے کی کوشش کی تاکہ مسلمانوں کو ختم کیا جا سکے۔ شاہجہان کی بیماری کی وجہ سے اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کی جنگ چھڑ گئی تو ہندوؤں نے داراشکوہ کی بھرپور مدد کی۔ ہندو امراء چاہتے تھے کہ وہ شاہجہان کا جانشین بنے کیونکہ اُس کے عقائد اکبر کے دین الٰہی کی صدائے بازگشت تھے اگر ان کی یہ کوششیں بارآور ہو جاتیں تو ہندوؤں کا ''ہندو راج'' کا خواب جلد شرمندہ تعبیر ہو سکتا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں ہندو برہمنوں نے اپنے مقاصد ہندو راج کے حصول کی خاطر مرہٹوں کو ابھارا۔ چنانچہ ملک فضل حسین (قادیان) اس بارے میں تفصیلی بحث کرتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''شاہ جی نے اپنی عمر مسلمانوں کی ملازمت میں گزاری تھی اور اُس کے بیٹا شیواجی کو اپنے باپ کی جاگیر سنبھالنے کے بعد سادھو سنیاسیوں کے اُپدیش سننے کا شوق پیدا ہوا اور اسی شوق کے زیر اثر اس نے دنیا کے دھندوں کو ترک کر کے بھگتی ہونے کی خواہش بھی کی تھی لیکن اُسے برہمن شری سمرتھ رام داس سوالی نے نہ صرف ہندو راج قائم کرنے کے لیے ابھارا بلکہ مسلمانوں کے خلاف بھی ابھارا۔ اسی برہمن دیوتا کے اپدیشوں کا نتیجہ تھا کہ شیواجی اسلام دشمنی میں انتہائی ترقی کر گیا جس کا پتہ اس کے اس خط سے ملتا ہے جو اُس نے راجہ جے کو لکھا تھا:۔

> ''میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک ہی مہم کے لیے میان سے نکالنی پڑی۔ اسے مسلمانوں کے سروں پر بجلی بن کر آنا چاہیئے تھا جن کا نہ کوئی مذہب ہے نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلوار کا وہ خونی مینہ برسائیں گی کہ دکن کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس سیلاب خون میں بہہ جائیں گے اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔'' (۳۳)

شِواجی کے بیٹے اور پوتے کی تحریک بھی یہی تھی تاریخ مہاراشٹر بھائی پرمانند (پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور اور معروف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آریہ سماجی لیڈر جسے سازش کے جرم میں جیل بھیجا گیا تھا) لکھتا ہے۔

''آپس میں محبت سے رہو اپنے مسلمان دشمنوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے راستے سے ہٹا دو......لوگوں کے دلوں میں ملیچھوں کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کرو اور مہاراشٹر کی سلطنت کو سب طرف بڑھانے کی کوشش کرو۔'' (۳۴)

مسلمانوں کو جب اس خطرے کا پتہ چلا تو وہ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے اورنگ زیب عالمگیر نے سب سے پہلے اس خطرے کا مقابلہ کیا اُس نے اپنی زندگی کے ۲۵ قیمتی سال دکن میں گزارے یہاں تک کہ اس کی مرکزی حکومت دہلی میں کمزور پڑ گئی مگر اُس نے اس طاقت کا زور توڑ دیا۔ بدقسمتی سے اس کے نااہل جانشین اس بڑھتے ہوئے فتنے پر قابو نہ پا سکے اور اس طرح ہندوؤں کی اندرونی سازش سے آخر کار مغلیہ حکومت کا سورج روبہ زوال ہو گیا۔

ڈاکٹر تارا چند ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وشنو' نمبارک اور مادھو' رامانج کے شاگردان نے خدا اور انسان کی نوعیت کے متعلق جو مابعد الطبیائی بحثیں لکھی ہیں ان کو پڑھ کر نظام' اشعری' اور غزالی کے مذاکرات و مباحثہ یاد آ جاتے ہیں۔

انند تیرتھ اور بساو:

انند تیرتھ یا مادھو (۱۱۹۹۔۱۲۷۸) نے شنکر کی توحید غیر اوصافی اور رامانج کی توحید اوصافی دونوں کو رد کر دیا اور صاف صاف ثنویت کا مسلک جو بڑی حد تک ''بھاگوت پُران'' پر مبنی تھا رائج کیا۔ اس کا تصورِ خدا یہ تھا کہ خدا وہ مطلق العنان ہستی ہے جو عالم پر حکمران ہے اور اُسی کا فضل انسان کو نجات بخشتا ہے۔ بساو کے نزدیک خدا ایک ہے توبہ اور پشیمانی کے سوا کوئی نذر و نیاز یا قربانی' گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتی۔ سب روحیں خدا میں جذب ہونے والی ہیں۔

غرض یہ تمام تحریکیں تھیں جن میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ ان مذہبی رہنماؤں نے قدیم مسلک کی بعض باتوں کو خوب سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور کچھ پر زور دیا اور اس طرح ہندو مسلم مذاہب میں تطبیق دینے کی کوشش کی۔ (۳۵) ان تحریکوں کے علاوہ دو فرقے قابل ذکر ہیں جن پر مذکورہ بالا فرقوں سے کہیں زیادہ اسلامی اثرات نمایاں ہیں۔ یہ لنگایت یا جنگم اور سَدھار فرقے ہیں۔

مسلمانوں کے مذہبی اثرات کے نتیجہ میں جو تحریک (بھگتی) جنوبی ہند میں اٹھی تھی وہ شمالی ہند میں آہستہ آہستہ ترقی کرتی رہی ان دونوں علاقوں کے درمیان رامانند ایک معبر کی حیثیت رکھتا ہے۔

رامانند:

اس کی تاریخ پیدائش اور وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے اغلب ۱۲۹۹ء سنِ ولادت بتائی جاتی ہے۔

رامانند ایک آزاد فکر انسان تھا وہ ملک بھر میں گھوما جس سے وہ وسیع النظر ہوتا چلا گیا۔ اس نے مسلم علماء سے رابطہ قائم کیا اور ان کے ساتھ دینی مسائل پر گفتگو کی ان مباحث اور تجربات کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جس مکتب خیال سے تعلق رکھتا تھا اس سے انحراف کرنے لگا۔ وشنو اور اس کی روح (Consort) کی جگہ رام اور سیتا کی پرستش کو رکھا۔ چاروں ذاتوں کو بلا امتیاز مذہب بھگتی کی تعلیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دی اس نے اپنے فرقے میں مرد و عورت اور مسلمانوں تک کو شامل کیا راما نند کی تعلیم نے دو مکاتیب فکر کو جنم دیا ایک قدامت پسند دوسرا جدت پسند۔

پہلا مکتب فکر تو قدیم متقدات پر کاربند رہا اور عقائد و رسومات میں ہلکی تبدیلیاں کیں لیکن دوسرے مکتب خیال نے ایک آزادانہ روش اختیار کی جو مختلف مذاہب کے لوگوں بالخصوص ہندو مسلمان کے لیے قابل قبول ہو۔ دوسرے مکتب خیال میں راما نند کے چیلے کبیر کا نام سر فہرست ہے۔(۳۶)

کبیر:

کبیر ایک دوسرے ہی نظام کا عبقری (Genius) ہے اس نے اسرار حیات کا بہ غور مطالعہ کیا اور نور لم یزل کا جلوہ دیکھا وہ ہندوستان کی ہندو مسلم جماعتوں کے اتحاد کا بڑا علمبردار تھا۔

کبیر پڑھا لکھا شخص نہ تھا اس نے فارسی و سنسکرت جیسی عالمانہ زبانوں سے آشنا ہونے کا کبھی اظہار نہیں کیا اس کا تمام تر علم صوفیاء کے ملفوظات پر مبنی تھا' یہی وجہ ہے کہ وہ تصوف و طریقت کے مسلک کا زبردست حامی تھا۔

ڈاکٹر تارا چند کے بقول ''بہر حال اس نے دونوں مذاہب کے مشترک عناصر اور باہمی مشابہتوں کا انتخاب کیا اور اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے فلسفیانہ تصورات' از عانی اصول اور شعائر مذہب کے مابین بہت سی مماثلتیں پائیں اور ایک درمیانی راہ کی تعلیم دی۔ وہ ایسے مذہب عشق کا علمبردار تھا جو جملہ مذاہب کو ایک ہی مسلک میں منسلک کردے یعنی صرف معرفت الٰہی۔(۳۷)

کبیر چونکہ ہندو مسلم کو یکساں مخاطب کرتا ہے اس لیے خدا کے لیے رام' ہری گوبند' برہما' سمرتھ' سائیں' اللہ' خدا' رحیم' رحمان کے الفاظ بے تکلف استعمال کرتا ہے۔ اور یوگ و تصوف کی اصطلاحات بھی استعمال کرتا ہے۔

تارا چند لکھتے ہیں:

> ''کبیر کی تعلیمات کے اندازِ بیان کی صورت گری صوفی اولیاء و شعراء نے کی۔ ہندی زبان میں تو اسے کوئی پیش رو نہ ملا اس لیے وہ جن نمونوں کی پیروی کر سکتا تھا وہ مسلمانوں ہی سے مل سکتے تھے مثلاً حضرت فرید الدین کے ''پند نامہ''۔ بابا فرید اور کبیر کی نظموں کے عنوانوں کے تقابل سے یہ امر باوضاحت معلوم ہوتا ہے۔''

کبیر نے دوسرے صوفیاء کے علاوہ حضرت جلال الدین رُومی اور حضرت شیخ سعدی کا کلام بھی یقیناً سنا ہو گا کیونکہ اس کے کلام میں ان صوفی شعراء کی آوازِ بازگشت سنائی دیتی ہے۔ مثلاً ''جب تم دنیا میں آئے تو لوگ ہنسے اور تم روئے۔ بس اب ایسا راستہ اختیار نہ کرو کہ تمہارے مرنے کے بعد لوگ تم پر ہنسیں''۔

مذکورہ بالا اقتباس شیخ سعدی کے ایک مشہور قطع کی نثر ہے۔(۳۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرونانک:

شیخو پورہ کی تحصیل شرقپور میں ایک گاؤں تلونڈی میں کھتری بیدی گھرانے میں ۱۴۶۹ء میں نانک پیدا ہوئے۔

پنجاب صدہا سال سے صوفیاء واولیاء کا مرکز رہ چکا ہے۔ کبیر کا فکر نانک سے پہلے پنجاب مین پروان چڑھ چکا تھا۔ نانک نے ان مختلف چشمہ ہائے فکر سے اپنی پیاس بجھائی' نانک کی پارسائی' پرہیزگاری اور شفقت کی وجہ سے وہ ہندو مسلم ہر دو کی نظر میں محترم ٹھہرا' کبیر کی طرح نانک نے بھی ہندو اور مسلمانوں کو متحد کرنا چاہا جس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ ان دونوں کو ایک خدا کی توحید اور معرفت پر جمع کیا جائے اور ان مذہبی تفصیلات سے اجتناب کیا جائے جن سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ نانک نے ذات باری تعالیٰ کی عظمت اور صفات کے متعلق جو کچھ کہا ہے کوئی مسلمان اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا' وہ ذات پات کا دشمن ہے اس کے نزدیک اللہ کے تمام بندے برابر ہیں۔ وہ واضح طور پر خدا کا ذکر کرتا ہے اور اس کو وشنو' کرشن' رام کے پردے میں ملفوف نہیں کرتا۔ وہ اوتار اور حلول کے عقیدے کا منکر ہے۔ وہ ہندوؤں سے کہتا ہے کہ جب تک معرفت الٰہی حاصل نہ ہو تیرتھوں پر جاکر بے معنی رسوم ادا کرنا بیکار ہے۔ اور مسلمان سے کہتا ہے کہ شفقت کو اپنی مسجد' خلوص کو مصلیٰ اور عدل وانصاف کو اپنا قرآن بنا۔ حیاء کو اپنا ختنہ' تہذیب کو اپنا روزہ' تقویٰ کو اپنا کعبہ' راستی کو اپنا مرشد اور عملِ نیک کو اپنی نماز بنا جب جاکر تو مسلمان بنے گا اور اللہ تجھے آبرومند کریگا۔

اس کے نزدیک جزا وسزا کی صورت بھی وہی ہے جو اسلام میں ہے۔ نانک نے اپنے کلام میں اکثر مقامات پر رسول اکرمؐ کی مدح وثنا کی ہے۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں: ''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نانک نے پیغمبر اسلامؐ کو اپنا اسوۂ حیات بنایا اور اس کی تعلیمات قدرتاً اس حقیقت میں گہری رنگی ہوئی ہیں۔ نانک کا تصور مذہب انتہائی عملی اور اخلاقی تھا''۔ (۳۹)

وہ قرآن کو چشمہ ہدایت بتاتا ہے اس کو اسلام کے کسی بھی عقیدے سے اختلاف نہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ بے شمار مسلمان نہایت یقین کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ گرونانک مسلمان تھے۔ صوفیاء واولیاء کی محبت نے ان کو تصوف کا پیکر بنادیا تھا۔ اور اسی تصوف کے سایے میں وہ ہندو مسلمان کو بھائی بھائی بن کر رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

نانک کے بعد سولہویں اور سترہویں صدی میں بھی بے شمار ہندو سادھو سنت ہو گزرے ہیں جنہوں نے اپنی تعلیمات میں اسلام کے بنیادی اصول وعقائد کی تائید کی ہے۔ جیسے دادو دیالؔ' دھنا' پیپا وغیرہ۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ہندوؤں نے اسلام کی حقانیت کو سیدھے طریقے سے قبول کرنے کی بجائے اس میں کمی بیشی کرکے برہمنوں کی عظمت بھی برقرار رکھی اور کرشن اور رام چندر جی کے ساتھ عقیدت بھی۔ حلول کا عقیدہ بھی برقرار رکھا اور غیر اللہ کی پرستش بھی اور ہندومت کا ایسا روپ تیار کیا جو عام ہندوؤں کے لیے زیادہ قابل قبول ہو اور وہ اسلام قبول کرنے سے باز رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم معاشرے پر ہندی تہذیب کے اثرات:

اسلام کو عربوں کی ذہنی تربیت کا زیادہ موقع ملا اور انہوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ اسلام ان کی طبیعتِ ثانیہ تہذیب وتمدن اور اخلاق ومعاشرت بن گیا تھا اور وہ اس کو صحیح روح، صحیح منشاء اور تاریخ کے مقصد کے مطابق سمجھے، اس لیے جہاں اسلام عربوں کے ذریعے پہنچا وہ تازہ دم اور اپنی ابتدائی شکل میں تھا چنانچہ اس نے وہاں کے مذاہب، عقائد، اخلاق ومعاشرت کو فتح کرلیا اور اپنے قالب میں ڈھال لیا بگڑتے بگڑتے بھی ان میں دینِ حجازی کی شکل قائم رہی مگر بدقسمتی سے ہندوستان میں اسلام ایران اور افغانستان کا چکر کاٹ کر پہنچا اور راستے میں اپنی بہت سی تازگی اور زندگی کھو کر یہاں اسلام سیکنڈ ہینڈ تھا۔ ترک ومغل فاتحین اسلام میں کوئی شک نہیں مگر مذاہب تہازیب فتح کرنے کے لیے اتنی روحانی قوت کافی نہیں جتنی ان میں تھی۔ وہ خود اس درجے میں تھے کہ ان کی دینی تربیت کی جاتی۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ خود ان کی خاص تہذیب و معاشرت تھی ان کا مستقل نظامِ سلطنت تھا اور وہ مبلغ وداعی سے زیادہ حکمران وکشور کشا تھے۔ پھر جس ملک میں وہ داخل ہو رہے تھے اس کا خود ایک مذہب ایک تصوف اور ایک تہذیب تھی جس وقت حریفوں کی تلواریں میدان جنگ میں باہم ٹکرا رہی ہوتیں اس وقت ان کی تہذیبیں بھی باہم ٹکرا رہی ہوتی تھیں، ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام ہندوستان پر جتنا اثر انداز ہوا اُس سے زیادہ متاثر ہوا اور تھوڑے دنوں میں ایک بین الاقوامی اور بین المذاہب عربی، ایرانی، افغانی اور ہندوستانی مذہب وتہذیب پیدا ہوگئی۔

یہاں کے اسلام میں وہ ساری کمزوریاں تھیں جو ایران وافغانستان کے اسلام میں تھیں اور وہ بھی جو ہندو مذہب وتہذیب اور تصوف کے اختلاط سے پیدا ہوئی تھیں۔ جو لوگ یہاں اپنے پرانے مذہب (ہندوازم) سے اسلام میں داخل ہوئے وہ طبعاً اپنے ساتھ اپنی بہت سی مذہبی وقومی خصوصیات، عقائد وخیالات لائے جو قائم رہے اور بعد میں مذہب میں داخل ہوگئے بیوہ کا نکاحِ ثانی دنیا جہاں میں کہیں عیب نہیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جرم گردن زدنی تھا۔ (۴۰)

پروفیسر محمد سلیم لکھتے ہیں:

"عربوں نے اسلام کی نعمت اہل ایران کو عطا کی اہل ایران نے یہ دولت ماوراالنہر کے ترکوں کو منتقل کی اور ترک پھر اسی نعمت کو لے کر ہندوستان میں داخل ہوئے اسی لیے ہندوستان میں جو اسلام پہنچا تھا دست گرداں تین ہاتھوں کے ذریعے پہنچا تھا اس میں وہ عربی اسلام کی تازگی اور طراوت باقی نہیں رہی تھی مختلف اضافوں نے اس کا حلیہ تبدیل کردیا تھا غیر اسلامی احکام اس میں داخل کردیے تھے۔" (۴۱)

مسلمانوں نے یہاں آکر تہذیب ومعاشرت اور تمدن کو اس حد تک اپنایا کہ ان پر ہندی رنگ غالب آگیا حاکم اور محکوم میں زبان رسم ورواج، تہذیب اور معاشرت میں یک رنگی اور ہم آہنگی پیدا ہوگئی اور دونوں کی مشترک کوششوں سے ایک (Indo Muslim) ہندوستانی ثقافت نے جنم لیا۔ (۴۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور مورخ سر جادو ناتھ کے حوالے سے سید طفیل احمد لکھتے ہیں:

''دلی کے مغل دربار کے اندر ہندو اور مسلمانوں کے خاص خاص تیوہار برابر جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے تھے۔ دسہرہ کے دِن شاہی جلوس نکلتا تھا۔ جس میں ہاتھیوں اور گھوڑوں کو خوب سجایا جاتا تھا۔ ہندو اور مسلمان امراء آرائش کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ رکھشابندھن کے روز برہمن اور ہندو عہدے دار بادشاہ کی کلائی پر مخصوص ڈورا باندھتے تھے۔ دیوالی کی رات میں شاہی محلوں پر روشنی ہوتی تھی' شب برات اور عید بھی اسی رنگ کے ساتھ منائی جاتی تھی۔'' (۴۳)

کبیر پنتھی' گرونانک' دادودیال اور پیپا جیسے اور دیگر بھگتی افکار اور ہندو مت اور اسلام کے اتحاد کے پرچارکوں کے افکار سے بہر حال جہاں ہندوؤں میں اسلام پسند ہندو پیدا ہوئے وہاں اہل اسلام میں بھی ہندوانہ رسومات طور طریقوں اور ''ہندو مسلم مخلوط کلچر'' کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہوئی۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو پہلے مذہبی طور پر ہندو اور پھر مسلمان ہوئے تھے لیکن سابقہ تہذیبی اور تمدنی زندگی سے چھٹکارا نہ پا سکے تھے۔ اتحاد مذاہب کے ایک درویش جن کی ہستی بھی نیم تاریخی تھی لال شہباز تھے جو غالباً آزاد روش قلندر تھے جنہیں سندھ کے بعض ہندو وشنو کا اوتار گردانتے تھے دوسری شخصیتیں جو لوک کہانیوں کے اجتماعی شعور میں گہری دفن ہیں ان میں شاہ مکی سندھی' بنگال کے محترم مانک پیر اور پیر بھیروں ہیں جن میں سے موخر الذکر کی دہلی کے قرب و جوار کے میواتی' جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی چھوڑے ہوئے ہندو مذہب کی بہت سی خصوصیات بدستور قائم رکھیں بڑی عزت کرتے تھے۔ (۴۴)

انیسویں صدی میں فرائضی تحریک کی وہابی اصطلاح کے اثر انداز ہونے سے پہلے بنگال کے کچھ مسلمان کرشن اور دُرگا کی پرستش کرتے تھے۔ (۴۵)

مرہٹوں میں اتحاد مذاہب فرقے کے داعی ایک مسلمان شیخ محمد تھے جن کے پیرو یا تو مکہ حج کرنے جاتے تھے یا مہاراشٹر کے پندھر پور جاترا کرنے جاتے تھے۔ (۴۶)

راجپوتانہ کے نو مسلم خانزادے کسی ہندو تقریب یا تہوار میں شرکت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے نکاح کی تقریبات برہمن ہی سرانجام دیتے تھے۔ (۴۷)

پنجاب کے میو آج بھی اپنی کچھ پرانی ہندو معاشرتی رسوم کے ارکان پر عمل پیرا ہیں مثلاً بیٹیوں کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں دیتے اور قریب قریب ہندو نسلی اور خاندانی قرابت داری کے قوانین پر عامل ہیں۔ (۴۸)

لوہانی جو اولاً شکتی پر یقین رکھتے تھے' اسلام لانے کے بعد بھی اپنے کچھ پرانے معمولات پر قائم رہے' خوجے برصغیر کے مغربی ساحلی شہروں میں یکجا رہتے ہیں اور خوش حال لوگ ہیں ان کا ایک فرقہ امام شاہی جس کے بانی امام الدین (متوفی ۱۵۱۲ء) تھے اور جو آغا خان کو نہیں مانتا لیکن خود کو مومن یا (ست پنتھی) کہتا ہے کبیر پنتھیوں سے مماثلت رکھتا ہے وہ ہندوؤں کے متعدد رسوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دمعمولات کی پیروی کرتا ہے ان کا سردار ہمیشہ ہندو ہوتا ہے اور ''کاکا'' کہلاتا ہے۔(۴۹)

ہندوستان کے مغربی ساحل پر دوسری دولت منداور خوش حال مسلم قوم بوہروں کی ہے جس نے بہت سے ہندو رسوم اپنا رکھے ہیں مثلاً ان کا قانونِ وراثت قرضوں پر سود لینا اور اپنے کاروباری زندگی کے نئے سال کے موقع پر دیوالی کا تہوار منانا لیکن بعض دیگر معاملات میں بوہرے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر زیادہ راسخ ہیں وہ ہندوؤں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھاتے اور نہ ہی ان کے ہاتھ کے دھوئے کپڑے پہنتے ہیں۔(۵۰)

پروفیسر عزیز احمد برصغیر کے عام مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں ہندووانہ رسومات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''دیہاتوں اور قصبوں میں مسلمان عورتیں ہندو تہواروں میں اور ہندو عورتیں مسلم تقریبات میں شریک ہوتی تھیں نسبت کی تقریب یا منگنی (جو ہندوالاصل لفظ ہے) اور شادی کی دوسری تقریبات عورتوں ہی کے ذریعہ مسلمانوں میں رائج ہوئیں ان میں دولہا دلہن کے لیے خوشبودار ابٹن کا لگانا اور خوشی کے گیت، یہاں تک کے سہاگ کے عریاں گیت بھی شامل تھے۔ حاملہ عورتوں کے سلسلے میں بہت سے ٹوٹکے ہندوؤں ہی سے مستعار لیے گئے تھے مثلاً چاند گرہن کے موقع پر روزہ رکھنا یا نئے کپڑے پہننے یا مہندی لگانے کو اس خیال سے ممنوع کر دیا کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ سالگرہ کی تقریب بھی ہندوؤں کی رسم ''جنم گانٹھ'' سے لی گئی تھی۔ اس قسم کی ایک رسم یعنی اظہار غم کے لیے بیوہ عورتوں کا کانچ کی چوڑیاں توڑنا بھی ہندوؤں سے ہی مستعار لی گئی ہے۔(۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا بیان ہے کہ کچھ مسلمان حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی تقریب نکاح کا جشن مناتے ہیں۔ وہ اسے کرشن اور رادھا کے بیاہ کی ہندو تقریب کے مثل سمجھتے ہیں ان کے خیال میں محرم کے موقع پر جو مظاہرے کیے جاتے ہیں وہ بھی ہندوؤں کی تقریبات سے اخذ کردہ ہیں۔(۵۲)

سترہویں صدی میں نیم نو مسلم راجوڑ کے علاقے میں عورتوں کو ان کے مردہ شوہروں کے ساتھ زندہ دفن کر دیا کرتے تھے جو ہندوؤں کی ستی کی رسم کی نقل تھی ان میں کچھ لوگ راجپوتوں کی طرح اپنی شیر خوار بچیوں کو مار ڈالتے تھے ان میں سے بعض ہندوؤں کے ساتھ باہمی شادیاں کرتے تھے شہنشاہ جہانگیر نے ان کی یہ رسوم ختم کرنے کی کوشش کی۔(۵۳)

برصغیر پاک و ہند کے بہت سے مسلمان اب بھی دریائے راوی ہندی نام ایراوتی (جو کہ ایک دیوی کا نام تھا) کا پانی بطور تبرکاً گھروں اور کاروباری اداروں میں چھڑکتے ہیں جیسے ہندو گنگا اور جمنا کے پانی کو چھڑکتے ہیں۔ بعض مسلمانوں میں بسنت کا تہوار بڑے ذوق و شوق سے منایا جاتا ہے۔ شادی بیاہ اور موت کی بہت سی رسومات ہندووانہ ہیں۔ غرض عقیدہ و خیال سے لے کر تہذیب و معاشرت تک سب پر ہندو معاشرے کے اثرات کے نشانات بڑے واضح دکھائی دیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com